علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی

مرتب: ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

قرآن میں 'اہل البیت' سے مراد کیا ہے؟

روایات کی تحقیق

(۲)

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

طریق اول: امام احمد کہتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن نمير ثنا عبد المالک بن أبي سليمان عن عطاء بن أبي رباح ثني من سمع أم سلمة رضي الله عنها تذكر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان في بيته فاتته فاطمة ببرمة فيها خزيرة فدخلت عليه بها فقال لها: ادعي زوجك و ابنيك فجاء علي و حسن و حسين فدخلوا عليه

''...یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ ایک طبق لے کر آئیں جس میں خزیرہ (حلیم کی طرح کا ایک قسم کا کھانا) تھا۔ آپ نے ان سے کہا کہ اپنے شوہر علی اور بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلوالو، حضرت فاطمہ نے علی سے کہا کہ آپ اور دونوں بیٹوں کو لے کر آئیں۔ جب سب آگئے اور آپ اپنے بستر پر بیٹھے تھے جس پر ایک خیبری چادر بچھی ہوئی

فجلسوا يأكلون من تلك الخزيرة و هو على منامة وكان تحته كساء خيبري و أنا في الحجرة أصلي فأنزل الله عزوجل هذه الآية ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ فأخذ فضل الكساء فغطاهم به ثم أخرج يده فالوى بها إلى السماء ثم قال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي و خاصتي فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا». فادخلت رأسي البيت فقلت: وأنا منكم يا رسول الله، فقال: «إنك إلى خير، إنك إلى خير».

تھی۔ میں اندر نماز پڑھ رہی تھی اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل کی: 'اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا' تو آپ نے چادر کا نکلا ہوا حصہ لے کر ان پر ڈال دیا اور دعا فرمائی کہ خدایا، یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے گندگی کو دور کر دے اور انھیں پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کمرہ میں سر نکال کر عرض کیا: میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں (یعنی مجھے بھی اس کپڑے میں داخل کر کے میرے حق میں دعا فرمائیے)۔ حضور نے فرمایا تم تو خیر کی طرف راجع ہو، تم تو خیر کی طرف راجع ہو۔''

اس حدیث کا راوی اول جس نے عطاء بن ابی رباح سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجہول ہے۔ آخر عطاء نے اس کا نام کیوں ذکر نہیں کیا (کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے)۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

طریق ثانی: ابن جریر طبری نے کہا ہے:

حدثنا أبوكريب ثنا مصعب بن المقدام ثنا سعيد بن زربى عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة عن أم سلمة قالت: جاءت فاطمة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ببرمة لها قد صنعت فيها عصيدة تحملها على طبق فوضعتها بين يديه فقال: «أين ابن عمك و ابناك»؟ فقالت: في البيت فقال: «ادعيهم» فجاءت إلى علي فقالت: اجب رسول الله أنت و ابناک. فلما رأهم مقبلين مديده إلى كساء كان على المنامة فمده و بسطه و أجلسهم عليه ثم أحذ بأطراف الكساء الأربعة بشماله فضمه فوق رءوسهم و أومأ بيده اليمنى إلى ربه فقال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا».

(ترجمہ بعض الفاظ کے فرق کے ساتھ وہی ہے جو اوپر گزرا۔ غ)

یہ حدیث ابو کریب کو جس کا نام محمد بن العلاء ہے، مصعب بن مقدام نے سنائی تھی۔ جو یوں تو عبادت گزار شخص تھا، لیکن روایت حدیث میں قابل اعتماد نہ تھا۔ اس کے متعلق ائمۂ حدیث کے اقوال ملاحظہ ہوں (ساجی) 'ضعيف الحديث كان من العباد' (امام احمد) 'كان رجلًا صالحًا رأيتُ له كتابًا فإذا هو كثير الخطأ' (ابن المدینی) 'ضعيف' (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۱۵۰) اور مصعب نے یہ حدیث سعید بن زربی بصری سے سنی تھی، جو قطعاً ناقابل اعتماد شخص تھا۔ ''تہذیب التہذیب'' میں اس کے متعلق علمائے حدیث کے یہ اقوال درج ہیں:

(ابن معین) 'ليس بشيء' (امام بخاری) 'عنده عجائب' (ابوداؤد) 'ضعيف' (نسائی) 'ليس بثقة' (ابوحاتم) 'عنده عجائب من المناكير' (ابن حبان) 'كان ممن يروي الموضوعات عن الاثبات على قلة روايته'، یعنی یہ ایسا شخص تھا کہ جھوٹی حدیثوں کی ثقہ و معتمد لوگوں کی طرف نسبت کرکے روایت کرتا تھا۔ (ابواحمد الحاکم) 'منكر الحديث جدًّا' (۴/ ۲۵)۔ چنانچہ یہ حدیث اس نے امام محمد بن سیرین، پھر حضرت ابوہریرہ کی طرف منسوب کر دینے کا جرم کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے عطاء بن ابی رباح والی حدیث جو ہم نے پہلے ذکر کی ہے، کسی سے سن لی تھی۔ کچھ الفاظ بدل کر اسی کو محمد بن سیرین، پھر ابوہریرہ کی طرف غلط منسوب کرکے روایت کر ڈالا۔ نہ حضرت ام سلمہ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی نہ حضرت ابوہریرہ نے، نہ محمد بن سیرین نے، بلکہ یہ سراسر اسی راوی سعید بن زربی کی تصنیف ہے۔

طریق ثالث:

قال ابن جرير: حدثنا ابن حميد ثنا عبد الله بن عبد القدوس عن الأعمش عن حكيم بن سعد قال: ذكرنا علي بن أبي طالب عند أم سلمة رضي الله عنها فقالت: في بيتي نزلت ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ﴾ جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى بيتي فقال: «لاتأذني لأحد» فجاءت فاطمة فلم استطع أن أحجبها عن أبيها ثم جاء الحسن فلم استطع أن

''حکیم بن سعد نے بتایا کہ ہم نے علی بن ابی طالب کا ذکر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کیا، وہ بولیں: یہ آیت 'اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ' میرے گھر میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ پھر فاطمہ آ گئیں، مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ ان کو ان کے باپ سے دور رکھوں، پھر حسن آ گئے، مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ ان کو ان کے نانا سے اور ماں سے دور رکھوں، پھر حسین آ گئے، مجھ سے یہ نہ ہو سکا

أحجبه عن جده و أمه ثم جاء الحسين فلم استطع أن أحجبه ثم جاء علي فلم أستطع أن أحجبه. فاجتمعوا فجلّلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بكساء كان عليه ثم قال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي فأذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا». فنزلت هذه الاٰية حين اجتمعوا على البساط. فقلت: يا رسول الله، وأنا؟ قالت: فوالله ما انعم و قال: «إنك على خير».

کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھوں، پھر علی آگئے مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھوں تو جب یہ سب لوگ ایک بستر پر جمع ہو گئے تو آپ نے ان کو ایک چادر اڑھا دی اور ان کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ، یہ میرے اہل بیت ہیں، ان کو پاک کر دے اور ان سے گندگی کو دور کر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: 'اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا الخ'، میں نے کہا: اور میں یا رسول اللہ؟ کہتی ہیں کہ بخدا، آپ نے کیا ہی بات کی کہ کہا: 'تم تو خیر کی طرف راجع ہو'۔'' (غ)

اس کا راوی عبد اللہ بن عبد القدوس تمیمی مجروح و غیر ثقہ ہے۔ ابن معین نے اس کے متعلق کہا ہے کہ 'ليس بشيء رافضي خبيث'۔ نسائی کہتے ہیں: 'ضعيف، ليس بثقة'۔ ابن عدی فرماتے ہیں: 'عامة ما يرويه في فضائل أهل البيت' (تہذیب التہذیب ۵/۲۶۵، حرف العین، دار الفکر، غ)۔ یہ حدیث اس راوی نے یا تو خود گھڑی تھی یا اور کسی دروغ باف سے سنی اور اعمش کی طرف غلط منسوب کر دی تھی۔ نہ یہ اعمش کی بیان کی ہوئی ہے، نہ حکیم بن سعد کی۔

طریق رابع:

قال أحمد: حدثنا محمد بن جعفر ثنا عوف عن أبي المعدل عن عطية الطفاوي عن أبيه قال: ان أم سلمة قالت: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي يومًا إذ قالت الخادم: ان فاطمة و عليًا بالسدة. فقال صلى الله عليه وسلم لي:

''ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر پر تھے کہ خادم نے بتایا کہ فاطمہ اور علی چبوترہ پر ہیں، آپ نے مجھ سے کہا: کھڑی ہو جاؤ اور میرے اہل بیت سے الگ رہو، تو میں الگ ہو کر پاس ہی کھڑی ہو گئی۔ علی اور فاطمہ اور حسن و حسین آئے جو چھوٹے بچے تھے، آپ

«قومي فتنحي عن أهل بيتي» فقمت فتنحيت في البيت قريبًا فدخل علي و فاطمة و معهما الحسن و الحسين و هما صبيان صغيران فأخذ الصبيين فوضعهما في حجره فقبلهما و اعتنق عليًا بإحدى يديه و فاطمة باليد الأخرى فقبل فاطمة و قبل عليًا و اغدف عليهم خميصة سوداء و قال: «اللّٰهم إليك لا إلى النار. أنا و أهل بيتي» فقلت: و أنا يا رسول الله؟ قال: «و أنت».

نے دونوں بچوں کو گودی میں بٹھالیا اور دونوں کو چوما ایک دست شفقت علی پر اور دوسرا فاطمہ پر رکھا اور ان دونوں کو چوما اور ان سب کو ایک کملی میں داخل کر لیا اور فرمایا: اے اللہ، میں اور میرے گھر والے ہم سب تیری طرف رجوع کرتے ہیں آگ کے نہیں۔ تو میں نے کہا: اور میں اے اللہ کے رسول؟ فرمایا کہ ہاں، تم بھی۔ اس میں چونکانے والی بات یہ بھی ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ کو اپنے گھر والوں سے الگ رہنے کا حکم دیا، پھر شامل بھی کر لیا کیوں؟ غ۔''

اس حدیث کی اسناد میں ابوالمعدل اور اس کا شیخ عطیہ الطفاوی اور اس کا باپ سب مجہول ہیں۔ ان میں سے جس نے بھی یہ حدیث گھڑی ہے، وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات کیسے سادہ تھے۔ اس نے خیال کر لیا تھا کہ آپ کا مکان بھی جس میں حضرت ام سلمہ رہتی تھیں، ایسا ہی عالی شان ہو گا، جیسے امیروں کے محلات ہوتے ہیں، تبھی تو اس نے سدہ کا ذکر کیا ہے۔ محل کے دروازے پر دونوں کواڑوں کے پاس جو پختہ چبوترہ ہوتا ہے، جس پر دربان بیٹھتے ہیں، اسے سدہ کہتے ہیں۔

طریق خامس: سنن ترمذی میں ہے:

حدثنا محمود بن غيلان ثنا أبو أحمد الزبيري ثنا سفيان عن زبيده عن شهر بن حوشب عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم جلل على الحسن و الحسين و على و فاطمة كساء ثم قال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي و خاصتي أذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا». فقالت أم سلمة: وأنا معهم يا رسول الله؟ قال: «إنك على خير».

(أبواب المناقب، فضل فاطمة)

(اس کا ترجمہ بھی اوپر والی روایات سے ملتا جلتا ہے، غ)

اس کے بعد ترمذی نے لکھا ہے 'هذا حديث حسن صحيح و هو أحسن شيء روى في

هذا الباب' ترمذی نے اپنی اصطلاح میں حسن اس حدیث کو کہا ہے جو متعدد طرق سے مروی ہو، لیکن اسے صحیح کہنا غلط ہے۔ اس کی اسناد میں راوی اول شہر بن حوشب ہے جو ضعیف و ناقابل اعتماد شخص تھا۔(شہر بن حوشب : شہر بن حوشب الاشعری الشامی مولاے اسماء بنت یزید السکن کثیر الحدیث تابعی ہیں، مگر ان کی توثیق و تضعیف میں ائمہ مختلف ہیں۔ ابن المدینی، امام احمد، بخاری، ابن معین، یعقوب بن سفیان، یعقوب بن شیبہ ثقہ بتاتے ہیں اور شعبہ، ابن عون، ابراہیم بن الجوزجانی موسیٰ بن ہارون، نسائی، ساجی، حاکم و بیہقی و غیرہم ضعیف۔ ابن حبان فرماتے ہیں: 'کان ممن یروی عن الثقات المعضلات وعن الاثبات المقلوبات'۔ ابن عدی کہتے ہیں: 'وعامة ما یرویه شهر من الحدیث فیه من الإنكار مافیه، و شهر لیس بقوي في الحدیث وهو ممن لا یحتج بحدیثه ولا یتدین به'۔ صالح بن محمد کا قول ہے: 'روی عنه الناس ولم یوقف منه علی كذب وكان یشك إلا أنه روی أحادیث ینفرد بها لم یشاركه فیها أحد و روی عنه عبد المجید بن بهرام أحادیث طوالًا عجائب ویروی عن النبي صلی الله علیه وسلم أحادیث في القراءات لایأتی بها غیره'۔(علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی منتہی الآراب شرح مسند عمر الخطاب، مسند احمد ۱۲۱/۲)

خود ترمذی نے اسے ضعیف بتایا ہے۔ چنانچہ ابواب الطہارہ میں ''الاذنان من الراس'' میں اس حدیث کے متعلق جو شہر نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے۔ کہا ہے: 'هذا حدیث لیس اسناده بذاك' (یعنی اس حدیث کی اسناد درست نہیں) شہر بن حوشب نے براہ راست حضرت ام سلمہ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ چونکہ روافض نے حضرت ام سلمہ کی طرف منسوب کرکے یہ حدیث لوگوں میں پھیلادی تھی، شہر نے بھی وہ سن لی اور اس کی روایت بھی کرڈالی۔ پس اس حدیث کی اسناد میں 'عن أم سلمة' کا مطلب یہ ہے کہ شہر بن حوشب نے حضرت ام سلمہ کے متعلق بیان کیا۔

طریق سادس:

قال الترمذي حدثنا قُتَیبة نا محمد بن سلیمان بن الأصهاني عن یحي بن عبید عن عطاء بن أبي رباح عن عمر بن أبي سلمة ربیب النبي صلی الله علیه وسلم قال: لما نزلت هذه الأیة علی النبي صلی الله علیه وسلم: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ أتی بیت أم سلمة فدعا فاطمة و حسنًا و حسینًا فجللهم بكساء و علی خلف ظهره فجلّله بكساء ثم قال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بیتي

فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرًا». قالت: أم سلمة و أنا معهم يا نبي الله؟ قال: «أنت على مكانك و أنت على خير». (تفسیر سورۂ احزاب و مناقب اہل البیت)

(اس کا ترجمہ بھی اوپر والی روایات سے ملتا جلتا ہے، غ)

اس کا راوی محمد بن سلیمان بن الاصبہانی ضعیف و کثیر الخطا ہے (تہذیب التہذیب ۱۲۸/۹، غ) اور یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ عمر بن ابی سلمہ ۲ھ میں پیدا ہوئے اور جب سورۂ احزاب نازل ہوئی، اس وقت عمر بن ابی سلمہ تین سال کے تھے۔ جب ابن الاصبہانی نے قتیبہ بن سعید سے یہ حدیث بیان کی تھی، اس وقت اسے اس کا خیال نہ تھا کہ میری بیان کردہ یہ حدیث مرسل ہے۔ بعد میں احساس ہوا تو اس نے یہ علت دور کر لی، چنانچہ عبد الرحمٰن بن صالح سے یہ حدیث بیان کی تو اسناد میں 'عن أمه' کا اضافہ کر دیا، یعنی بتایا کہ عمر بن ابی سلمہ کو یہ حدیث اپنی والدہ حضرت ام سلیمہ سے پہنچی ہے۔ ابن جریر طبری نے اس طریق سے اس کی تخریج کی ہے۔ پھر بھی سمجھتا ہوں کہ ''عمر بن ابی سلمہ'' کا ذکر بھی اس کی اسناد میں غلط اضافہ ہے، کیونکہ حدیث ام سلمہ کے طریق اول میں جو روایت ہم درج کر آئے ہیں، وہ عطاء بن ابی رباح کی ہی ہے۔ اس میں ہے کہ عطاء نے کہا: 'حدثني من سمع أم سلمة' پس اگر فی الواقع عطاء نے عمر بن ابی سلمہ سے یہ حدیث سنی ہوتی تو نام ذکر کرتے 'حدثني من سمع أم سلمة' نہ کہتے۔ الغرض اس حدیث کا یہ طریق بھی صحیح نہیں ہے۔

طریق سابع:

قال ابن جرير: حدثنا أبوكريب ثنا خالد بن مخلدثني موسى بن يعقوب ثني هاشم بن هاشم بن عتبة بن أبي وقاص عن عبد الله بن وهب بن زمعة قال: أخبرتنى أم سلمة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع عليًا و فاطمة و الحسن و الحسين تحت ثوبه ثم جأر إلى الله ثم قال: «هؤلاء أهل بيتي». فقلت: يا رسول الله، أدخلني معهم. فقال: «أنت من أهلي».

اس حدیث کا راوی موسیٰ بن یعقوب زمعی مجروح شخص ہے۔ علی بن المدینی نے اسے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث بتایا ہے۔ نسائی کہتے ہیں: 'ليس بالقوي'، امام احمد نے کہا ہے: 'لا يعجبني حديثه' (تہذیب التہذیب ۷ ۳۳۳، حرف المیم، المجلد العاشر، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۴ء، غ)

طریق ثامن:

عطیہ عوفی کی روایت 'عن أبي سعيد من أم سلمة' ہے جو بیان کی جا چکی ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ یہ

ابو سعید خدری کی حدیث نہیں ہے، بلکہ ابو سعید ابن السائب الکلبی کی گھڑی ہوئی حدیث ہے۔

دیکھا آپ نے، اب نصف النہار کے سورج کی طرح یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ حضرت ام سلمہ کی طرف منسوب حدیث بھی قطعاً بے اصل ہے۔ اس حدیث کے طریق کی اسانید پر ہی میں نے کلام کیا ہے۔ نفس مضمون کے لحاظ سے بھی اس کے تمام طرق باہم متعارض اور 'یکذّب بعضُها بعضًا' کے مصداق ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔ ممکن ہے کوئی سادہ لوح شخص یہ کہے کہ حدیث ضعیف اگر متعدد طریق سے مروی ہو تو وہ حدیث حسن کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ اہل علم نے تصریح کی ہے اور اس قاعدہ کے مطابق یہ حدیث ام سلمہ حسن اور لائق استدلال ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اگر ہے تو اس وقت ہے، جب کہ حدیث ضعیف کے متعدد طرق باہم متعارض نہ ہوں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کے طرق متعارض ہیں۔

علاوہ بریں بہ اجماع مفسرین و محدثین ازواج مطہرات کے متعلق یہ آیات جن میں سے ایک آیت میں 'اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا' ارشاد ہوا ہے، غزوۂ بنی قریظہ کے بعد ذی الحجہ ۵ھ میں نازل ہوئی تھیں۔ اس وقت حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما اگر پیدا ہو گئے تھے تو چلنے کے لائق نہ تھے۔ حضرت حسن کی پیدایش بعض نے رمضان ۳ھ بتائی ہے اور حضرت حسین ان سے ایک سال چھوٹے تھے۔ پس اس آیت کے نزول کے وقت حسن ۲ سال ۳ ماہ کے تھے اور قتادہ یہ کہتے ہیں کہ حسن ہجرت سے چار سال اور ساڑھے نو ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس قول کے مطابق حضرت حسن اواخر ذی الحجہ ۵ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت حسین ہنوز پیدا ہوئے ہی نہ تھے۔

و۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث شداد بن ابی عمار سے مروی ہے۔ شداد سے اوزاعی و کلثوم محاربی نے روایت کی ہے۔ اوزاعی سے محمد بن مصعب اور ولید بن مسلم نے، محمد بن مصعب کی حدیث امام احمد نے تخریج کی ہے۔ کہتے ہیں:

حدثنا محمد بن مصعب ثنا الأوزاعی ثنا شداد بن عمار قال: دخلنا علی واثلة بن الاسقع رضي الله عنه وعنده قوم فذکروا عليًا رضي الله عنه فشتموه فشتمته معهم. فلما قاموا قال لي: شتمت هذا الرجل؟ قلت: قدشتموه فشتمته

''شداد کہتا ہے کہ میں حضرت واثلہ کے پاس گیا۔ کچھ اور لوگ بھی ان کے پاس تھے، حضرت علی کا ذکر آ گیا تو انھوں نے علی کو گالیاں دیں، میں نے بھی علی کو ان کے ساتھ مل کر برا کہا۔ جب وہ لوگ اٹھ گئے تو واثلہ نے مجھ سے کہا کہ تو نے علی کو برا کیوں کہا؟ میں نے کہا: یہ لوگ بھی انھیں برا

معهم. قال: ألا أخبرك بما رأيت من رسول الله صلى الله عليه وسلم له قلت: نعم، قال: أتيت فاطمة رضي الله عنها أسئلها عن علي قالت: توجه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلست انتظره. حتى جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم و معه علي و حسن و حسين اٰخذ كل واحد منهما بيده حتى دخل فادنى عليًا و فاطمة و أجلسهما بين يديه و أجلس حسنًا و حسينًا كل واحد منهما على فخذه ثم لف عليهم ثوبه اوكسائه ثم تلاهذه الاٰية: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ وقال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي و أهل بيتي أحق».

(مسند الامام احمد بن حنبل ۴/ ۱۰۷، المکتب الاسلامی)

کہہ رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ واثلہ نے کہا: میں تجھے اس نوازش کا قصہ سناؤں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے لیے دیکھی ہے؟ میں نے کہا: ضرور بتائیے۔ واثلہ نے کہا: میں ایک دن علی کی تلاش میں ان کے گھر گیا۔ فاطمہ سے پوچھا، بولیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، علی بھی ساتھ تھے اور حسن و حسین بھی۔ دونوں بچوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اندر آکر آپ نے علی و فاطمہ کو نزدیک کر کے اپنے سامنے بٹھایا اور دونوں صاحب زادوں کو ران پر بٹھا لیا، پھر ان پر اپنا کپڑا یا کمبل لپیٹ کر یہ آیت پڑھی اور فرمایا: خدایا، یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔“

ولید بن مسلم کی روایت بھی یہی ہے۔ اس کی تخریج ابن جریر نے کی ہے۔ اس میں اس کے بعد اضافہ ہے کہ واثلہ نے بیان کیا: ’فقلت: يا رسول الله، و أنا من أهلك؟ قال: «و أنت من أهلي». قال: واثلة و انها من ارجى ما ارتجى‘۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی آپ کے اہل میں ہوں؟ فرمایا اور تو بھی میرے اہل میں سے ہے۔ واثلہ نے کہا کہ آپ کا میرے حق میں یہ ارشاد میری سب سے بڑی امید ہے، یعنی اس کی برکت سے مجھے آخرت میں جنت حاصل ہو گی۔

کلثوم محاربی کی روایت ابن جریر نے تخریج کی ہے:

عن شداد بن أبي عمار قال: إني لجالس عند واثلة بن الاسقع إذ ذكروا عليًا فشتموه فلما قاموا قال: اجلس حتى أخبرك عن هذا الذي شتموه. إني عند رسول

الله صلى الله عليه وسلم إذ جاء علي و فاطمة وحسن و حسين فألقى عليهم كساء له ثم قال: «اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي، اللّٰهم أذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا». قلت: يا رسول الله، و أنا؟ قال: «و أنت». قال: فو الله انها لا وثق عمل عندي.

اوزاعی و کلثوم کی روایت میں یہ اختلاف ہے کہ اوزاعی کی روایت کے مطابق واثلہ حضرت علی کے گھر ان کے منتظر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن و حسین کے ساتھ تشریف لے آئے اور گھر میں داخل ہو کر چاروں پر کمبل ڈال کر دعاے تطہیر فرمائی۔ اور کلثوم کی روایت کے مطابق واثلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، وہیں یہ چاروں حضرات آ گئے، تب آپ نے ان پر کمبل ڈال کر دعا فرمائی۔ اوزاعی و کلثوم کی روایتوں کا یہ اختلاف یہ معنی رکھتا ہے کہ بمصداق دروغ گو را حافظ نباشد۔ شداد نے اوزاعی سے کچھ بیان کر دیا تھا اور کلثوم سے کچھ، کیونکہ شداد نے حضرت واثلہ سے یہ حدیث نہیں سنی، نہ حضرت واثلہ نے یہ بیان کی۔ آخر وہ اَن ہونی بات کیوں بیان کرتے۔ یہ اول سے آخر تک شداد کی ہی تصنیف ہے۔ اور یہ یقیناً کوئی دروغ باف شخص تھا۔ اوزاعی و کلثوم کے اختلاف کے علاوہ اس حدیث پر یہ سوالات وارد ہوتے ہیں:

۱۔ حضرت واثلہ بن اسقع ۹ھ میں سفر تبوک کی تیاری کے زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اور اس سے کئی سال پہلے پردہ کا حکم آ چکا تھا، پھر واثلہ حضرت علی کے گھر جا کر کیسے بیٹھ سکتے تھے؟

۲۔ واثلہ ایک اجنبی شخص تھے، ان کے سامنے حضرت فاطمہ بے پردہ کیوں ہوتیں؟

۳۔ جب واثلہ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ علی کو گالیاں بک رہے تھے تو واثلہ نے انھیں اس گناہ عظیم سے باز رہنے کی نصیحت کیوں نہیں کی۔ جو قصہ واثلہ نے شداد کو سنایا، وہی سب کو سنا سکتے تھے۔

(نیز اس روایت کے مطابق تو واثلہ بھی اہل بیت میں سے شمار ہونے چاہییں؟ پھر ان روایتوں کے ماننے والے ان کو اہل بیت میں شامل کیوں نہیں کرتے؟ غ)

یہ واضح رہے کہ شداد نام کے دو شخص ہیں، دونوں ہم عصر تھے —— ایک شداد بن عبد اللہ ابو عمار دمشقی۔ یہ شخص ثقہ تابعی ہے (تہذیب التہذیب ۴/ ۲۷۲) دوم شداد بن عمار یا شداد بن ابی عمار یہ دروغ باف و کذاب ہے۔ اوزاعی نے اسے اپنی روایت میں شداد بن عمار کہا ہے اور کلثوم محاربی نے شداد بن ابی عمار۔

یہ تو اُن حضرات صحابہ کی طرف منسوب حدیث کی تحقیق ہوئی جن کا مولانا مودودی نے نام لکھا ہے۔ رہے وہ بعض صحابہ جن کا نام نہیں لکھا تو وہ تین ہیں: ایک ابو الحمراء۔ دوم زید بن ارقم۔ سوم حضرت سعد بن ابی وقاص۔ ناظرین ان سے مروی روایات کا بھی مطالعہ کر لیں۔

ز۔ ’قال ابن جرير: حدثنا سفيان بن وكيع ثنا أبو نعيم ثنا يونس عن أبي إسحاق قال: أخبرني أبوداؤد عن أبي الحمراء قال: رابطت المدينة سبعة أشهر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا طلع الفجر جاء إلى باب علي و فاطمة فقال: «الصلاة الصلاة. ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾»: ابوداؤد نابینا کذاب کا بیان ہے کہ ابوالحمراء صحابی نے بتایا کہ عہد نبوی میں، میں سات ماہ مدینہ میں ٹھیرا۔ میں نے دیکھا کہ صبح صادق طلوع ہو جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی و فاطمہ کے گھر کے دروازے کی طرف آ کر فرماتے: نماز، نماز، پھر یہ آیت پڑھتے...۔ یہ سراسر جھوٹی حدیث ابوداؤد نابینا کذاب کی گھڑی ہوئی ہے: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: ’رواه ابوداؤد الاعمى، هو نفيع ابن الحارث كذاب‘ (ابن کثیر ۴۱۱)۔

ح۔ امام مسلم نے فضائل علی میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ زید رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت یزید بن حیان نے اور یزید سے ابوحیان اور سعید بن مسروق نے کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم پر خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا تھا: ’أنا تارك فيكم ثقلين أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به ثم قال: و أهل بيتي اذكر كم الله فى اهل بيتى‘ لفظ تین بار فرمایا تھا۔ زید بن ارقم سے یہ حدیث سن کر حصین بن سبرہ نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ بقول ابوحیان زید نے کہا: وہ بھی ہیں، مگر آپ کے اصل اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، یعنی آل علی و آل عقیل و آل جعفر و آل عباس... اور بقول سعید بن مسروق زید نے کہا: ”آپ کی بیویاں اہل بیت نہیں ہیں، کیونکہ بیوی کا شوہر سے رشتہ اٹوٹ نہیں ہوتا۔ شوہر طلاق دے دے تو وہ اپنے میکے چلی جاتی ہے۔ اہل بیت وہ ہیں جن سے رشتہ اٹوٹ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے“، مگر یہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے ہے، جس کی پشت پر نہ صرف یہ کہ کوئی نقل و عقلی دلیل نہیں، بلکہ قرآن و کلام عرب اور عرف عام سے اس کا غلط ہونا ثابت ہے۔

ط۔ ’قال ابن جرير: حدثنا ابن المثنى ثنا أبوبكر الحنفي ثنا بكيربن مسمار سمعت عامر بن سعد قال: قال سعد: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين نزل عليه الوحي فأخذ عليًا و ابنيه و فاطمة فأدخلهم تحت ثوبه وقال: «ربي هؤلاء أهلي

و أهل بيتي ‘‘۔(یعنی سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وحی نازل ہوئی، (یعنی آیت تطہیر) تو آپ نے علی اور ان کے دونوں بیٹوں کو اور فاطمہ کو اپنے کپڑے کے نیچے داخل کر کے فرمایا: اے اللہ، یہ میرے گھر والے اور اہل بیت ہیں، غ)۔

یہ حدیث بکیر بن مسمار کی تصنیف کی ہوئی ہے۔ یہ کذاب رافضی شخص تھا۔

(بکیر کے بارے میں ائمۂ رجال کی رائے: (تہذیب التہذیب میں ہے: ’قال البخاري: فيه نظر وقال العجلي ثقة وقال النسائي: ليس به بأس وقال ابن عدي: مستقيم الحديث‘۔ ۴۳۴ (حرف الباء)، المجلد الاول، دار الفکر، بیروت، طبع ۱۹۸۴ء)۔

یعنی بخاری تو اس کو ثقہ خیال نہیں کرتے، عجلی کام چلاؤ قرار دیتے ہیں اور نسائی نے بھی کام چلاؤ ہی قرار دیا ہے۔ صرف ابن عدی نے ٹھیک قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ امام بخاری کے مقابلہ میں ان حضرات کا اس کو ثقہ قرار دینا محل نظر ہے۔ غ)

یہ حدیثیں مولانا مودودی نے ’’تفسیر ابن کثیر‘‘ میں دیکھیں، لیکن نہ موصوف نے خود ان کی تحقیق کی، نہ اہل علم سے پوچھ کر انھیں سمجھنے کی کوشش کی۔ والله هو الموفق للصواب۔

آخر میں اس بحث سے متعلق صاحب ’’تدبر قرآن‘‘ مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ بھی پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ فرماتے ہیں:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہونے کا شرف اصلاً آپ کی ازواج مطہرات کو حاصل ہے۔ یہ آیت اِس باب میں نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن میں اس کی نظیریں بھی موجود ہیں۔ یہاں ’اہل بیت‘ سے ازواج نبی (رضی اللہ عنہم) کے سوا کسی اور کو مراد لینے کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ دوسروں کی شمولیت اس میں ہو سکتی ہے تو اصلاً نہیں، بلکہ تبعاً و ضمناً ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے ان غالی فرقوں کی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی جو اصل کے تو منکر ہیں، لیکن فروع پر بڑا طوفان کھڑا کرتے ہیں۔‘‘ (۲۲۳/۶)